DOI: https://doi.org/10.52541/fn.v60i3.2270

دورِ حاضر میں امنِ عالم کے حصول میں سیرتِ رحمت عالم ﷺ سے راہ نمائی: ایک تحقیقی مطالعہ

سید محمد طاہر شاہ ۞

Peace in the Modern World: Guidelines from the *Sīrah* of the Prophet (peace be on him)

Syed Muhammad Tahir Shah۞

Abstract: In human history, peace has always been the most essential condition for human progress. Most of the international organizations have been trying their best to achieve and maintain peace but their struggle has not yielded fruitful results. The reason behind this failure is the lack of the required teachings and application of ethical values. Islam as one of the world religions of today promotes peace and harmony. It provides effective teachings and practical examples embodied in several Qur'ānic verses and the role model of the life of Prophet Muḥammad (peaced be on him). The Prophet (peaced be on him) promoted all those behaviours which are considered essential for peacebuilding and tried to eliminate all those factors which were harmful or against the peace and harmony in the world. Application of these teachings and practices with true letter and spirit can be proved as the most effective step in obtaining and maintaining peace in the lives of individuals as well as in societies. In this article, this aspect of *Sīrah* (Prophetic biography) is described and elaborated on, so that we can follow his example to keep peace at local and international levels.
Keywords: Dialogue, Peace, Religion, Role Model, *Sīrah*, Teachings

Summary of the Article

Prophet Muhammad's (peace be on him) life is a role model for Muslims in every field of life, especially for the achievement of peace. He proved the effectiveness of his strategies in a very short time. He adopted two main ways for this purpose. He provided practical teachings for peace on the one hand and demonstrated many examples on the other. These teachings and examples can be very helpful for promoting world peace. In this article, both of these adopted ways are elaborated on and described for peacebuilding in society.

۞ اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ گریجویٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی۔

۞ Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Govt. College Satellite Town, Rawalpindi. (smtahirshah2@gmail.com)

As far as his teachings are concerned, some of these teachings to promote peace are as follows: He declared in his several sayings to take care of others' peace as the condition of Islam, preached the harmony in creeds and thoughts of humanity, condemned cruelty and exploitation in society, stressed on promoting justice in every field of life and told his followers to adopt the habit of forgiveness to achieve peace. He taught interfaith harmony and tolerance to his followers, motivated people for reconciliation in society, preached and promoted brotherhood, condemned prejudice of every kind and forbade people to take over the land or belongings of anyone. He presented a completely ethical and moral system for society to avoid any conflicts or misunderstandings which are harmful to peace.

The other adopted way of Prophet Muhammad (peace be on him) for peace was his practice and action. He showed and performed a lot of practical examples for his followers and the whole of humanity. Some of these practical instances are as under: He had dialogues for interfaith harmony, set many rules for this purpose, sent letters to many rulers of the world, fought battles if it was indispensable to maintain peace, and signed many agreements for peace. Many more such actions can also be witnessed in his life.

These Prophetic teachings and practical examples are not only a role model for Muslims but they also provide guidelines for peace-promoting institutions and agencies all over the world.

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

تعارف

امن کا حصول ابتداے آفرینش سے دورِ حاضر تک ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے مختلف ادوار میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر کوششیں ہوتی رہیں، لیکن ان کوششوں سے مطلوبہ نتائج کا حصول ممکن نہیں ہوا۔ البتہ تاریخ اس کی شاہد ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت بدامنی کے عروج کے دور میں ہوئی، لیکن بہت محدود عرصے میں آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات اور عمل سے امن کے قیام کے لیے ایسی کوششیں کیں جن سے حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے اور جلد ہی انفرادی و اجتماعی سطح پر امن کا دور دورہ ہو گیا۔ اس کام یابی سے حصول امن کے ساتھ ساتھ اسلام اور مسلمانوں کا امن پسندی اور فروغ امن میں کردار بھی عالمی سطح پر اجاگر و واضح ہو گیا۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ، فرامین اور عملی اقدامات کے مفید، دائمی اور عالم گیر ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ موجودہ دنیا کے لیے ایک بہترین نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے ان کو اختیار کر کے امن و آشتی کو قائم کیا جا سکتا ہے۔ زیر نظر مضمون میں سیرت النبی ﷺ کے انھی اقدامات اور فرامین و سنن کا جائزہ لیا گیا ہے۔

پس منظر

دین اسلام، سلامتی وامن، مساوات وبرابری، عدل وانصاف، اعتدال وتوازن، رواداری ومیانہ روی، عفو ودرگزر، اور برداشت وعدم تشدد کی تعلیمات کو فروغ دینے والا ایک عالم گیر دین ہے۔ اسلام "سلامتی" اور ایمان "امن" سے ماخوذ ہے، اس لیے یہ بد نظمی اور بدامنی کو ہرگز پسند نہیں کرتا، بلکہ عالم گیر امن کا علم بردار اور داعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اللہ صرف رب المسلمین نہیں، بلکہ رب العالمین ہے اور تمام مخلوق کو اللہ کا عیال قرار دیا گیا ہے"[۱] قرآن صرف مسلمانوں کی ہدایت کے لیے نہیں بلکہ "ھدیً للناس"[۲] یعنی تمام انسانیت کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ اور پیغمبر اسلام، محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ صرف مسلمانوں ہی نہیں، بلکہ تمام انسانوں، تمام مخلوقات اور تمام جہانوں کے لیے رسول اور سراپا رحمت بن کر آئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمت للعالمین کے عظیم لقب سے نوازا۔[۳] آپ ﷺ نے انسانیت کے سامنے الہامی راہ نمائی کے ذریعے ایک ضابطہ اخلاق، مکمل دستور العمل، معیاری طریقہ ہائے زندگی اور شان دار نظام حیات رکھا، جو ہر زمانے اور دور میں راہ نما بننے اور ہر دور کے دیرینہ مسائل کو حل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔

آج کا دور سیاسی، معاشرتی، سماجی، معاشی، صنعتی، سائنسی اور علمی و تحقیقی میدانوں میں بام عروج کو پہنچ کر اپنی حدِ کمال کو چھو رہا ہے، لیکن اس جدید اور ترقی یافتہ دور میں بھی انسانیت کو ان گنت مسائل کا سامنا ہے۔ ان میں سے جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ بدامنی اور غیر یقینی سلامتی کا ہے۔ عالمی امن کا یہ فقدان لسانی، علاقائی، تہذیبی، ثقافتی اور مذہبی تعصب، تنگ نظری اور نفرت وعدم برداشت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ جابجا جنگ وجدال اور فتنہ وفساد کا عالم ہے۔ مال، جان، عزت و آبرو اور فکر و ایمان عدم تحفظ کا شکار ہیں اور ظلم واستحصال اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ اس بدامنی نے انسان کو انسان کا دشمن بنا کر دنیا کو عدم تحفظ اور تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ بے بسی کا عالم یہ ہے کہ عالمی امن کے ادارے اور عالمی تنظیمیں بہ شمول اقوام متحدہ، بڑی طاقتوں اور طاغوتی اداروں کے سامنے لاچار اور بے بس نظر آتی ہیں، جب کہ دنیا کے مختلف ازم جیسے نیشلزم، کیمونزم، فاشزم، کیپیٹل ازم اور سوشلزم جیسے نظریات انسانیت کے بنیادی مسائل کے حل اور امن وسلامتی کے قیام کے لیے کوئی

۱۔ ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، **المعجم الأوسط** (قاہرہ: دار الحرمین)، ۵:۳۵۶، رقم: ۵۵۴۱۔

۲۔ القرآن، ۲: ۱۸۵۔

۳۔ القرآن، ۲۱: ۱۰۷۔

جامع اور مؤثر نظام دینے میں ناکام ہو چکے ہیں۔

ایسی صورت حال میں اگر غیر جانب دار ہو کر موازنہ کیا جائے تو حقیقی معنوں میں ان مسائل سے نجات کا ایک ذریعہ سامنے آتا ہے اور وہ اس دنیا کے ہمدرد و خیر خواہ اور رحمت و محبت کے پیکر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت و اسوہ حسنہ کی پیروی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مذکورہ بالا تمام مسائل آپ ﷺ کی بعثت کے وقت اپنی انتہا کو پہنچ چکے تھے، لیکن آپ ﷺ نے کچھ ہی عرصے میں الہامی راہ نمائی اور بہترین حکمت عملی سے ایسے اقدامات کیے کہ کایا ہی پلٹ دی اور ان مسائل پر بحسن وخوبی نہ صرف قابو پالیا، بلکہ ایسے راہ نما اصول فراہم کر دیے جن کو اپنا کر قیامت تک کے لیے انھی نتائج کا حصول یقینی ہو گیا۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کے یہ قول "نو دس برس کی متواتر اور پیہم کوششوں سے اور مافوق طاقت بشری تائیدات کے سبب سے اب تمام ملک میں امن و امان قائم ہو گیا، قریش اور یہودیوں کی طاقت کا طلسم ٹوٹ گیا، قبائل کی خانہ جنگیاں مٹ گئیں اور تمام رہزن اور ڈاکو جتھے رام ہو گئے۔"(۴) چناں چہ حضور ﷺ کا طرز عمل، اقدامات اور آپ ﷺ کے فرامین و ارشادات آج کے اس پر فتن دور اور بدامنی کے حالات میں امن و سلامتی کے قیام میں بہترین رہ نمائی اور نمونہ فراہم کرتے ہیں اور مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں اس دعوے کے دلائل و تفاصیل کو ذیل میں چند عناوین کے تحت تحقیقی انداز میں واضح کیا جاتا ہے۔

حصولِ امن کے لیے رسول اکرم ﷺ کے اقدامات

نبی اکرم ﷺ نے انسانیت کو درپیش کثیر مسائل خصوصاً امن کے مسائل کے حل کے لیے مختلف الجہات اقدامات اختیار فرمائے تاکہ نتائج کا حصول وسیع اور یقینی ہو جائے۔ پھر دنیا نے مشاہدہ کیا کہ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیم اور تربیت اور ان اقدامات کے زیر سایہ ایک ایسا انسانی معاشرہ تشکیل پایا جس میں دنیاے انسانیت کو امن و سلامتی اور خیر ہی خیر منتقل ہوئی اور چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ فساد اور بگاڑ، بدامنی و بے سکونی، چھینا جھپٹی، رہزنی و مخاصمت، نسلی، لسانی اور قومی عصبیت سے آلودہ ماحول کیسے امن و اطمینان، محبت و آشتی، عدل و انصاف، تحفظ و سکون اور انسانی مساوات کے پُر مسرت اور اطمینان بخش ماحول میں تبدیل ہو کر رہ گیا۔

آج کے اس دور میں جب دنیا بدامنی سے تنگ آ چکی ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے عالمی سطح پر منصوبہ بندیوں اور اقدامات کے لیے سر جوڑ رہے ہیں، ایسی صورت حال میں نبی رحمت و امن

۴۔ شبلی نعمانی، **سیرت النبی ﷺ** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۲ء)، ۲: ۱۳۔

ﷺ کے فروغ امن و آشتی کے ان موٴثر اقدامات کو نمونہ ،مثال اور مشعل راہ بنا یا جا سکتا ہے۔ذیل میں ان اقدامات کو بالتفصیل واضح کیا جاتا ہے تا کہ ان اقدامات سے روشناس ہو کر دور حاضر میں راہ نمائی آسان ہو سکے۔

ا۔ تعلیمات و فرامینِ امن و سلامتی اور ان کی عملی مثالیں

ان اقدامات میں ایک اہم قدم یہ تھا کہ آپ ﷺ نے ایسی تعلیمات اور فرامین ارشاد فرمائے جو تا قیامت امن کے حصول کی بنیادیں اور نمونہ فراہم کرتے ہیں، اور ساتھ ساتھ ان کی عملی مثالیں نمونے کے طور پر پیش فرمائیں تا کہ افادیت کا مشاہدہ کروایا جا سکے۔ذیل میں ان کو تفصیل سے واضح کیا جاتا ہے۔

الف: دوسروں کے امن وسلامتی کے خیال کا درس

نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر نظر ڈالیں تو آپ کی تعلیمات اور پاکیزہ کردار سے واضح طور پر امن وسلامتی اور احترام جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے مسلمان کی تعریف میں پوری انسانیت کی امن و سلامتی کے خیال رکھنے کو بنیادی حیثیت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "المسلم من سلم الناس من لسانه ويده والمؤمن من أمنه الناس علٰى دمائهم وأموالهم."[۵]

یعنی" (صحیح طور پر اور کامل) مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے پوری انسانیت محفوظ رہے اور کامل مومن وہ ہے جس سے انسانوں کی جانیں اور مال مامون و محفوظ رہیں۔"

اور مسلمان چوں کہ امن و سلامتی کے علم بردار اور اس ذمے داری کے حاملین ہیں ،اور انھیں دنیا کے سامنے ان تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کرنا ہے، اس لیے ان کو باہمی امن وسلامتی کا خیال رکھنے کی علاحدہ سے یوں تعلیم ارشاد فرمائی:"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده."[۶] (صحیح معنی میں اور کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ وسلامت رہیں۔) ان ارشادات سے صاف واضح ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیمات، آپ کے لائے ہوئے پیغام "اسلام" کی شرط اور آپ کی سیرتِ طیبہ کا اصل مقصد پورے انسانی سماج اور معاشرہ کو بلا امتیاز رنگ و نسل، امن اور سلامتی فراہم کرنا ہے۔

۵۔ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی،**السنن**،كتاب الإيمان و شرائعه، باب صفة المؤمن، (حلب: مکتب المطبوعات الإسلامية،۱۴۰۶ھ)،۸:۱۰۴،رقم: ۴۹۹۵۔

۶۔ محمد بن اسماعیل البخاری،**الجامع الصحيح**،كتاب الإيمان،باب المسلم من سلم المسلمون،(دار طوق النجاة، ۱۴۲۲ھ)،۱:۱۱،رقم: ۱۰۔

ب: وحدتِ نسلِ انسانی اور مساوات کا درس

آپ ﷺ کی تعلیمات امن میں ایک نمایاں اور اہم تعلیم یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تمام انسانیت کو ایک آدم کی اولاد قرار دیتے ہوئے وحدتِ نسل انسانی کا درس دیا اور اس بات کو اتحاد و اتفاق کی بنیاد بنانے کی تعلیم اپنے کثیر فرامین میں ارشاد فرمائی اور رنگ و نسل کے امتیازات کو وجہِ تفاخر بنانے سے منع فرمایا تا کہ جنگ و جدال کے ایک بنیادی سبب کو ختم کیا جا سکے اور عالم گیر امن کا قیام ممکن ہو سکے۔ چناں چہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”أیها الناس إن ربکم واحد، وإنّ أباکم واحد، کلّکم لآدم، وآدم من تراب، إنّ أکرمکم عند الله أتقاکم، ولیس لعربیّ علی أعجميّ فضل إلّا بالتقوی.“ (۷) (اے لوگو بے شک تمھارا رب ایک ہے، تمھارا باپ ایک ہے، تم میں سے ہر ایک آدم میں سے ہے اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے ہیں۔ بے شک تم میں سے اللہ تعالی کے ہاں عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، سوائے تقویٰ کے)۔ آپ ﷺ سے پہلے وحدت و مساوات انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا، لیکن آپ ﷺ نے قیام امن کے لیے یہ عالم گیر تصور امن پیش فرمایا۔(۸)

ج: وحدتِ فکر کا درس

آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر اپنی امانت و دیانت اور امن و سلامتی پر مبنی زندگی کا حوالہ دیتے ہوئے جو پہلا اعلانِ فوز و فلاح فرمایا تھا، اس میں آپ ﷺ نے اللہ کو ماننے والے تمام لوگوں، سرداران، غلامان اور مرد و زن کو عالم گیر پیغام دیتے ہوئے کامیابی و کامرانی کا نکتہ وحدت توحید کو قرار دے کر اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی۔(۹) بعد ازاں آپ ﷺ نے ذی المجاز اور عکاظ کے بازاروں میں اور دیگر مقامات میں تمام لوگوں کو اس ایک نکتہ وحدت کی مسلسل دعوت دی: ”یَاایُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لاَ الٰهَ الاّ اللهُ تُفْلِحُوْا.“(۱۰) (اے لوگو! کہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تم کام یاب ہو جاؤ گے۔)

۷۔ علی ابوالحسن بن عبدالحی الندوی، **السیرۃ النبویۃ** (دمشق: دار ابن کثیر، ۱۴۲۵ء)، ۶۲۵۔

۸۔ منیر احمد وقار، **پیغمبر امن** (لاہور: اہل حدیث یوتھ فورس، س ن)، ۱۰۲۔

۹۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن، باب وأنذر عشیرتک الأقربین، ۶:۱۱۱، رقم: ۴۷۷۰۔

۱۰۔ ابن حنبل، **المسند**، محقق شعیب الارنووط (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۲۰۰۱ء)، ۲۵:۴۰۴، رقم: ۱۶۰۲۳۔

اور اسی طرح اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو بھی اسی پیغام توحید کو مشترکہ عقیدے کے طور پر قبول کرنے کی بحکم خداوندی دعوت دی تاکہ اس نکتے پر اتحاد و اتفاق اور امن کا قیام عمل میں لایا جاسکے۔ اس طرح گویا آپ ﷺ نے اس پیغام کو دینی و مذہبی اختلافات کے ختم کرنے اور امن و سلامتی سے متحد رہنے کا سب سے بڑا مشترکہ پلیٹ فارم قرار دیا۔

چناں چہ ارشاد فرمایا: ﴿قُلْ يَاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ [11] (یعنی اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان (مسلّم اور) برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے، پس اگر وہ اعراض کریں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔)

اسی طرح قرآن مجید میں امن کے مستحقین کی جب یہ صفت ذکر کی گئی کہ ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ﴾ [12] تو آپ ﷺ نے اس ظلم سے مراد شرک قرار دیا [13] یعنی جو توحید پر کاربند رہیں گے امن کے مستحق وہی لوگ ہیں۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع، جو کہ انسانی حقوق کے اولین چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے، میں تمام نوعِ انسانیت کو خطاب کرتے ہوئے بھائی چارے کی ایک بنیاد وحدتِ رب کو قرار دیا، چناں چہ ارشاد فرمایا: "يَاأَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ..." [14] (اے لوگو بے شک تم سب کا ایک ہی رب ہے۔۔۔)۔یعنی جب سب کا رب ایک ہے تو پھر اسی ایک رب کے نظام و حکم کے تابع ہو کر اتفاق و اتحاد کی زندگی کو اختیار کر لینا ہی اس وحدت کا تقاضا ہے۔

د: ظلم اور استحصال کے خاتمے کی ترغیب

بدامنی اور جنگ و جدال کا ایک بنیادی سبب ظلم، استحصال اور دوسروں کو نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ قرآن

۱۱- القرآن،۳: ۶۴۔

۱۲- القرآن،۶: ۸۲۔

۱۳- البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب تفسیر القرآن،۴:۱۶۳، رقم: ۳۴۲۹۔

۱۴- ابن حنبل، **المسند**،۳۸:۴۷۴، رقم: ۲۳۴۸۹۔

نے ایک جامع اصول بیان فرمایا: ﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ [۱۵] (یعنی نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔) اس فرمان کی روشنی میں آپ ﷺ نے ایسی تعلیمات بہ طور اصول اور ضابطہ ارشاد فرمائیں جن میں ظلم و زیادتی کی ان خرابیوں کا خاتمہ فرمادیا اس سلسلے میں ایک طرف تو" لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ "[۱۶] (یعنی نہ خود نقصان اٹھاؤ نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ۔ دوسرے لفظوں میں نہ مظلوم بنو اور نہ ظالم) جیسا لازوال اصول تلقین فرمایا تو دوسری طرف ظلم و استحصال کے ہر پہلو کو ممنوع قرار دے دیا اور ظلم کو قیامت کے اندھیروں میں سے قرار دیتے ہوئے اس سے بچنے کا یوں ارشاد فرمایا:"اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ."[۱۷] مزید برآں مظلوم کے ساتھ ساتھ ظلم سے روک کر ظالم کی بھی مدد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا،[۱۸] اور"الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لاَ يَظْلِمُهُ وَلاَ يُسْلِمُهُ." [۱۹] فرما کر مومن کی ایک اہم صفت یہ قرار دی کی وہ نہ تو کسی پر ظلم کرتا ہے نہ اسے کسی ظالم کے حوالے کرتا ہے۔ مظلوم کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اس قدر مضبوط قرار دیا کہ اسے مستجاب الدعوات لوگوں میں سے [۲۰] قرار دے کر اللہ کی نصرت کی جلد یا بدیر یقین دہانی کرائی۔ اس طرح کے کثیر فرامین کے علاوہ استحصال کی ہر شکل نیز ظلم پر مبنی ہر قسم کی خرید و فروخت اور سود وغیرہ کو سخت ترین الفاظ سے مذموم قرار دے کر اس سے روک دیا[۲۱] تاکہ امن و سلامتی کو تباہ کرنے والی ان خرابیوں کو جڑ سے اکھاڑا جا سکے اور امن کی راہیں ہموار کی جا سکیں۔

۱۵- القرآن،۲ : ۲۷۹۔

۱۶- *محمد بن يزيد القزويني ابن ماجہ*، **سنن ابن ماجه**،كتاب الأحكام،باب من بنىٰ في حقه ما يضر بجاره (بيروت: دارإحياء الكتب العربية)،۲:۷۸۴،رقم: ۲۳۴۱۔

۱۷- *مسلم*،**الجامع الصحيح**،كتاب البروالصلة باب تحريم الظلم،(بيروت: دار إحياء التراث العربي)، ۱۹۹۶:۴،رقم: ۲۵۷۸۔

۱۸- *البخاری*،**الجامع الصحيح**،كتاب المظالم و الغضب، باب أعن أخاک ظالماً او مظلومًا،۳: ۱۲۸،رقم: ۲۴۴۳۔

۱۹- *نفس مصدر*، رقم: ۲۴۴۲۔

۲۰- *ابن حنبل*،امام احمد،**المسند**،۱۵:۴۶۳، رقم: ۹۷۴۳۔

۲۱- *مسلم*،**الجامع الصحيح**،كتاب المساقات،باب لعن آكل الربا و موكله، ۳:۱۲۱۹،رقم: ۱۵۹۸۔

ر: بے لاگ عدل و انصاف کے نفاذ سے قیام امن

امن کے قیام کے لیے جہاں ظلم کا خاتمہ ضروری ہے، وہاں بے لاگ اور بلا امتیاز عدل و انصاف کا قیام بھی بہت ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اسوہ اور سیرت میں اس پہلو کو خصوصیت سے اہمیت دی اور اس کا عملی نمونہ اپنی ساری زندگی میں پیش فرماتے رہے۔ بہ قول قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، اگر دو شخصوں کے درمیان جھگڑا ہوتا تو آپ ﷺ عدل فرماتے اور اگر کسی شخص کا نفس مبارک کے ساتھ کوئی معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے۔[۲۲] آپ ﷺ نے مرض الوفات میں اعلان فرمایا کہ کسی کا مجھ پر اگر کوئی حق ہے تو وہ لے لے۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ بدر کے دن صفیں درست کرتے ہوئے آپ نے مجھے ننگے بدن پر لکڑی سے کچو کہ لگایا تھا میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اپنے بدن سے کپڑا اٹھا کر کمر سامنے کر دی۔ صحابی نے فوراً آگے بڑھ کر مہر نبوت والی جگہ کو چوم لیا، اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد مولانا بدر القادری لکھتے ہیں کہ اس عاشق رسول صحابی کی تمنا تو کچھ اور تھی، مگر قربان جایئے اس عدل و مساوات کے معلم حقیقی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم اور نمونۂ عمل پر کہ حالت علالت میں ایک شخص کو اس کا حق دینے کے لیے جسد مبارک کو پیش فرما دیتے ہیں۔[۲۳]

آپ علیہ السلام نے عدل کے بلا امتیاز اور بے لاگ نفاذ سے امن و آشتی کو فروغ دیا اور ناجائز سفارش کے رجحان کی حوصلہ شکنی کی۔ بنو مخزوم کی فاطمہ نامی عورت کے چوری کرنے پر اس کے ہاتھ کاٹنے کے فیصلے پر عمل درآمد میں نرمی کی سفارش کی گئی تو آپ ﷺ نے انسانی تاریخ میں بے لاگ عدل کے نفاذ کے یہ بے مثال الفاظ ارشاد فرمائے کہ تم سے پہلی قومیں اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی طاقت ور جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور کم زور جرم کرتا تو اسے سزا دی جاتی، خدا کی قسم! اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔[۲۴] اس کے علاوہ عادل حکم ران کو روز قیامت نہ صرف اللہ کے عرش کے سایہ کا مستحق قرار دیا[۲۵] بلکہ ایسے حاکم کو مستجاب الدعوات ہونے کے شرف سے بھی نوازا۔[۲۶]

۲۲۔ محمد سلیمان منصور پوری، **رحمۃ للعالمین ﷺ** (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، س ن)، ۱: ۳۰۸۔

۲۳۔ بدر القادری، **اسلام اور امن عالم** (محمد آباد ہندوستان: المجمع الاسلامی مبارک پور، ۱۹۸۹ء)، ۸۱۔

۲۴۔ ابو الفرج علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی، **السيرة الحلبية،إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۲۷ھ)، ۱: ۱۳۵۔

۲۵۔ البخاری، **الجامع الصحيح**، کتاب الأذان، ۱: ۱۳۳، رقم: ۶۶۰

۲۶۔ احمد بن حنبل، **المسند**، ۱۵: ۴۶۳، رقم: ۹۷۴۳۔

س: عفو و درگذر کی عظیم تعلیمات و فروغ

انتقام اور بدلے کی صورت میں کبھی امن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ قبل از بعثتِ نبوی انتقامی جنگوں اور لڑائیوں کا لامتناہی اور نسل در نسل سلسلہ تاریخ کی کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں امن قائم ہونا تو بعید از قیاس ہی ہو گا، جب کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے سے اور معافی سے دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾[۲۷]

نبی اکرم ﷺ کا دور اور زندگی شاہد ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو اور زیادتیاں کرنے والوں کو نہ صرف معاف فرمایا، بلکہ ان کو مختلف قسم کے اعزازات سے بھی نوازا۔ راستے میں کانٹے پھینکنے والے آپ ﷺ کی خبر گیری سے مشرف ہوئے، قران مجید کے حکم ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾[۲۸] یعنی معافی کو اختیار کرو، پر عمل کرتے ہوئے اس کی کثیر عملی مثالیں پیش فرمائیں۔ طائف کی وادی میں پتھر مارنے اور استہزا کرنے والوں کو جب فرشتے نے تباہ کرنے کی پیش کش کی تو کمال رحمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف انھیں معاف کر دیا، بلکہ ان کے لیے ہدایت کی دعا بھی فرمائی۔[۲۹] فتح مکہ کی مثال کس سے پوشیدہ ہے جب مخالفین سے اور قاتلین سے آپ ﷺ کے ایک اشارۂ ابرو سے بدلہ لیا جا سکتا تھا، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتلین ہوں یا مشرکین کے لشکروں کے سپہ سالار، ان کو نہ صرف معاف کر دیا، بلکہ ابو سفیان کے گھر داخل ہو جانے والوں کو امان بھی عطا فرما دی۔[۳۰] یہ تھا عفو و درگذر کا وہ نمونہ جس کی بدولت دشمن دوست بن گئے اور امن کا دور دورہ ہوا۔

ص: مخالفین کے مذہبی شعائر کی بے حرمتی کی ممانعت

ہر انسان کو اپنے مذہبی شعائر اور مقدسات سے والہانہ لگاؤ ہوتا ہے، اس لیے اسلام کے زریں اصولوں

۲۷- القرآن، ۴۱: ۳۴۔

۲۸- القرآن، ۷: ۱۹۹۔

۲۹- ابن ہشام، **سیرۃ النبی ﷺ**، ترجمہ، مولانا عبدالجلیل صدیقی، مولانا غلام رسول مہر (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن)، ۱: ۴۳۲-۴۳۳۔

۳۰- ابن ہشام، نفس مصدر، ۲: ۲۷۸؛ محمد سعید رمضان البوطی، **دروس سیرت**، اردو ترجمہ **فقہ السیرۃ النبویہ**، رضی الاسلام ندوی، (لاہور: نشریات، ۲۰۰۷ء)، ۵۰۸۔

میں سے یہ ایک نمایاں اصول رہا ہے کہ وہ مخالفین کی مذہبی دل آزاری اور ان کو برانگیختہ کرنے جیسے اقدامات سے اجتناب کا درس دیتا ہے۔ چناں چہ دوسروں کے معبودان کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ [۳۱] (یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انھیں برا (گالیاں) بھلا مت کہنا، ورنہ وہ دشمنی اور لاعلمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنا شروع کر دیں گے) اس ارشاد کی روشنی میں آپ ﷺ مخالفین کے معبودان کو برا بھلا کہنے سے احتراز فرماتے تھے اور انھیں صرف اللہ کی جانب آنے کی دعوت دیتے تھے [۳۲] اور امت کے لیے بھی یہی طرزِ عمل اسوہ کے طور پر عطا فرمایا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے جنگوں کے دوران مخالفین کی عبادت گاہوں کو مسمار نہ کرنے اور بے ضرر مذہبی پیشواؤں کو قتل نہ کرنے کی خصوصی ہدایات دے رکھی تھیں۔ چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ جب اپنی فوجوں کو جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو ان کو یہ ہدایت دیتے: "لَا تَقْتُلُوا اَصْحَابَ الصَّوَامِعِ." [۳۳] (یعنی کلیساؤں کے نگرانوں (یعنی پادریوں) کو تم قتل نہ کرنا۔)

نیز کسی علاقے کو فتح کر لینے کے باوجود وہاں کے باشندوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہوتی تھی۔ حالت امن میں بھی آپ ﷺ نے کسی بھی مذہبی پیشوا یا مذہبی شعائر کو برا بھلا کہنا ممنوع قرار دیا اور علاقوں کی فتح کے بعد بھی ان کے مذہبی اعزازات کو ممکنہ حد تک قائم رکھا، جیسا کہ نہ صرف عثمان کلید بردار کو کعبہ کی چابی رکھنے کی اجازت دی، بلکہ یہ اعزاز اسی کے خاندان کو قیامت تک کے لیے ہی سونپ دیا۔ [۳۴] الغرض آپ ﷺ نے ہر ایسے رویے سے منع فرمایا جس کی وجہ سے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے مابین نفرت اور کشیدگی اور فتنہ و فساد پیدا ہونے کا اندیشہ یا امکان ہو۔ یہ تعلیمات آج کے مذہبی تعصب کے شکار معاشروں کے لیے ایک شان دار نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اسلاموفوبیا اور دیگر فوبیاز کے امن دشمن رویوں میں ان تعلیمات کی روشنی میں خاطر خواہ مثبت تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

۳۱- القرآن، ۶: ۱۰۸۔

۳۲- ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ، ۱: ۳۶۰۔

۳۳- ابو بکر عبداللہ بن محمد ابن ابی شیبۃ، **الكتاب المصنف في الأحاديث والآثار**، ۶، رقم: ۳۳۱۳۲۔

۳۴- البوطی، مرجع سابق، ۵۲۳۔

ط: رواداری کا درس

انسانی تاریخ جبر و استبداد کی خونی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ فاتحین کا مفتوحہ اقوام اور طاقت ور کا کم زور کو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کرنا معمول رہا ہے اور یہ جبر ہی اکثر جنگوں کو بڑھانے کا سبب بنتا رہا، لیکن حضورِ اکرم ﷺ وہ پہلی ہستی ہیں جنھوں نے امن قائم رکھنے کے لیے جبر و تنگ نظری اور تعصب زدہ جاہلیت کے دور میں دینی، مذہبی اور فکری آزادی اور رواداری کا علم بلند کیا اور اس سلسلے میں جبر واکراہ اور زبردستی کو فتنہ وفساد کے مترادف قرار دیا اور اپنی تعلیمات میں امت کو مذہبی و فکری جبر سے سختی کے ساتھ روک کر رواداری کا درس دیا، اور قرآن مجید کی اس تعلیم کو عملی شکل میں نافذ کر کے دکھایا: ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾[۳۵] (دینی معاملات میں جبر وزبردستی جائز نہیں، ہدایت، گم راہی سے ممیز اور واضح ہو چکی ہے۔)

مشرکین کے ان کے مذہب پر عمل کے مطالبے پر آپ ﷺ نے ان کو بحکم خداوندی یہ ارشاد فرمایا: ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾[۳۶] (آپ کے لیے آپ کا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔) آپ ﷺ نے قرآن مجید کے حکم: ﴿فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ﴾[۳۷] (جو چاہے ایمان قبول کرلے اور جو چاہے کفر پر قائم رہے۔) کو واضح کیا اور اسی پر اپنی دعوت اور تبلیغ کی بنیاد رکھی اور ﴿اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ﴾[۳۸] کی ذمے داری بحسن وخوبی پوری کرتے رہے۔

مفتوحہ علاقوں میں فتح سے قبل صرف ایک پیش کش کے طور پر اسلام کی دعوت دی جاتی تھی۔ اسے نہ ماننے والوں کو جبراً مسلمان ہونے کا نہیں کہا جاتا تھا بلکہ جزیہ کی پیش کش کی جاتی تھی۔ مسجد نبوی میں آنے والے نجران کے عیسائیوں کے وفد کو ان کے اپنے طریقے سے مشرق کی جانب عبادت کرنے کی کھلی اجازت عطا فرمائی۔[۳۹]

۳۵- القرآن، ۲: ۲۵۶۔

۳۶- القرآن، ۱۰۹: ۶۔

۳۷- القرآن، ۱۸: ۲۹۔

۳۸- القرآن، ۴۲: ۴۸۔

۳۹- ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ، ۱: ۶۱۵۔

ع: صلح جوئی کی ترغیب اور عملی مظاہرہ

اسلام صلح جوئی اور امن پسندی کا علم بردار دین ہے۔ اس میں صلح کو پسندیدہ قرار دیا گیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾[۴۰] (اور صلح ہی بہتر چیز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایک طرف تو صلح کی فضیلت اور فوائد سے متعلق کثیر تعلیمات ارشاد فرمائیں، جیسا کہ امن و صلح کے لیے اور طرفین کو ملانے کے لیے اور خیر کے لیے کچھ غلط بیانی کرنے والے کو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا نہیں ہے۔[۴۱] اور دوسری طرف آپ ﷺ اپنے عمل سے ہمیشہ، ارشاد باری تعالیٰ ﴿فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾[۴۲] کے پیش نظر صلح کے فروغ اور ترجیح میں مصروف رہے۔ صلح حدیبیہ اس کی ایک بہترین مثال قرار دی جا سکتی ہے، جس کو بہ ظاہر مسلمان اپنے خلاف سمجھ رہے تھے، لیکن آپ ﷺ نے یہ صلح کی اور اس کو اللہ کے حکم سے فتح عظیم قرار دیا۔[۴۳] لوگوں کے جھگڑوں میں امن و صلح کروانے کا بھی خصوصی خیال رکھتے تھے، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے تفرقوں اور اختلافات کو مٹانا اپنا ایک ضروری فرض قرار دیا تھا اور جب آپ کو اس قسم کے منازعات کی خبر ہوتی تو آپ ﷺ اصلاح کو تمام مذہبی فرائض پر مقدم سمجھتے تھے۔[۴۴]

چناں چہ ایک بار قبیلہ بنو عمر بن عوف کے چند اشخاص کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو اپنے چند اصحاب کے ہمراہ ان میں مصالحت کروانے گئے۔ اسی مصروفیت میں نماز کے وقت میں تاخیر ہو گئی۔ ادھر بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور انتظار کے بعد صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز شروع کر دی۔ بعد ازاں آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور نماز مکمل کروائی۔[۴۵]

اسی طرح اہل قبا کے درمیان ایک مرتبہ جھگڑا ہو گیا اور نوبت سنگ باری تک آ گئی۔ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ پیدل چل کر گئے اور ان میں صلح کروائی۔[۴۶] اس طرح کے کثیر

۴۰- القرآن، ۴: ۱۲۸۔

۴۱- البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الصلح، ۳: ۱۸۳، رقم: ۲۶۹۲۔

۴۲- القرآن، ۴۹: ۱۰۔

۴۳- القرآن، ۴۸: ۱۔

۴۴- شبلی نعمانی، مرجع سابق، ۱: ۴۱۲۔

۴۵- البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الصلح، ۳: ۱۸۲، رقم: ۲۶۹۰۔

۴۶- نفس مصدر، رقم، ۲۶۹۳۔

واقعات کتبِ سیرت وحدیث میں موجود ہیں۔

ف: اخوت وبھائی چارے کا درس وفروغ

امن وسلامتی کا اولین مرحلہ داخلی امن ہوتا ہے۔مومنین کے مابین قیامِ امن میں آپ ﷺ کا ایک اہم ترین کارنامہ اخوت وبھائی چارے کا فروغ ہے۔آپ نے قرآن مجید کے حکم: ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[۴۷] کے فروغ کے لیے بے شمار اقدامات کیے اور کثیر ترغیبات وتعلیمات اور تمثیلات ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ کا فرمان "وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا" اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ،اور یہ فرمان "الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ"[۴۸] (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے)،مسلمانوں پر بہت سی ذمے داریاں عائد کرتا ہے۔کہیں اس رشتہ اخوت کو پختہ اور گہرا کرنے کے لیے آپ ﷺ نے مومنوں کے بھائی چارے کی ایک دیوار سے مثال دی جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط بناتا ہے۔[۴۹] بھائی چارے کے مزید مؤثر فروغ کے لیے ہمسایوں کے حقوق الگ سے ذکر کیے تاکہ ہمسائیگی اور محلے کی سطح پر بھائی چارہ پیدا ہو، امن وآشتی فروغ پائے اور نتیجتاً پورا معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن سکے؛ کیوں کہ معاشرے کے افراد میں اگر اخوت ومحبت مفقود ہو تو ان کے درمیان عدل وامن کے اصولوں کا نفاذ کسی صورت میں ممکن نہیں ہوتا، بلکہ ممکن ہے کہ یہی اصول ان افراد کے درمیان بغض ونفرت اور نزاع کا سبب بن جائیں اور پھر اسی بغض ونفرت سے معاشرے میں ظلم وزیادتی اور جھگڑوں کی بدترین شکلیں ظاہر ہوتی ہیں۔[۵۰] اس مقصد کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کیا اور اس مواخات کو اس عدل اجتماعی کے اصولوں کی بنیاد بنایا جس کے نفاذ پر دنیا کا سب سے عظیم اور بے مثال معاشرتی نظام وجود میں آیا۔[۵۱] اور یہ اخوت صرف مدینے میں ہی نہیں کروائی، بلکہ اس سے قبل یہ مواخات والا عمل ایک بار آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ بھی کروایا تھا۔[۵۲] مقصد ان سارے اقدامات کا یہی تھا کہ اولین طور پر افراد

۴۷- القرآن،۴۹: ۱۰۔

۴۸- مسلم،**الجامع الصحیح**،کتاب البر والصلة،۴:۱۹۸۶، رقم: ۲۵۶۳۔

۴۹- الترمذی،**السنن**،أبواب البر والصلة،(مصر: البر مطبعة مصطفىٰ البابي الحلبي،۱۳۹۵ھ)،۴:۳۲۵،رقم: ۱۹۲۸۔

۵۰- محمد رضی الاسلام ندوی،**دروس سیرت**، ۷۱-۷۲۔

۵۱- نفسِ مرجع۔

۵۲- نفسِ مرجع۔

معاشرے کے مابین داخلی طور پر امن و آشتی قائم ہو جو کہ بعد ازاں خارجی اور بین الاقوامی سطح پر نفوذ کر کے عالمی امن کا ضامن ہو سکے۔

ق: وطنیت کی بیخ کنی

دنیا میں اکثر خون ریزیاں وطنیت کی بنیاد پر ہوتی رہی ہیں، لیکن اسلام نے اس وجہِ نزاع یعنی وطنیت کی جڑیں ہی اکھاڑ دیں اور ملت کا تصور دے کر امن کو فروغ دیا۔ علامہ محمد اقبالؒ نے وطنیت کی تردید میں علیحدہ سے نظم لکھی۔ اس کے ایک شعر میں اس کو یوں بیان کیا ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

آپ ﷺ نے یہ واضح کیا کہ ہر ملک میں دو طرح کے انسان ہوتے ہیں ایک اچھے انسان اور دوسرے برے انسان۔ پوری دنیا کے اچھے ایک قوم ہیں جب کہ برے ایک قوم۔ اچھے لوگوں کو رنگ و نسل، مذہب و وطن اور قبیلے کے امتیاز کے بغیر فرمایا: "کونوا عباد الله اخواناً." [۵۳] جب کہ دوسروں کے لیے فرمایا: "الکفر ملة واحدة" نبی پاک ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ ملکی آزادی یا وطنیت کی بنیاد پر کی جانے والی لڑائی جہاد نہیں، بلکہ جو قتال، اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے کیا جائے وہی جہاد ہے [۵۴]، اس طرح دنیا کی لڑائیوں کی ایک بڑی وجہ کا خاتمہ کیا گیا۔ غزوہ احد کی روایات میں مدینے کے ایک قزمان نامی شخص کا تذکرہ آتا ہے جسے آپ ﷺ نے جہنمی کہا تھا، مگر اس نے احد کے دن نہایت شجاعت اور بہادری سے معرکے کی لڑائی لڑی، صحابہ کو حیرت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو جہنمی کیسے قرار دیا۔ وہ زخمی ہوا تو صحابہ نے اس کو نجات کی بشارت دی، لیکن اس نے کہا کہ نجات کی بشارت کیسی، میں تو قوم کے لیے محض قومیت کی پاس داری میں لڑا ہوں۔ اس پر صحابہ کو تسکین ہو گئی کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو جہنمی کیوں قرار دیا۔[۵۵]

۵۳- مسلم، **الجامع الصحیح**، کتاب البر والصلة، ۴:۱۹۸۵، رقم: ۲۵۶۳۔

۵۴- ابوالبرکات عبدالرؤوف داناپوری، **اصح السیر فی ھدی خیر البشر ﷺ** (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، ۱۹۳۲ء)، ۲۴- ۲۵۔

۵۵- نفسِ مرجع۔

ک: اخلاقیات کی عظیم تعلیمات اور نمونہ

اچھے اخلاق و خصائل ہمیشہ معاشرے میں امن و سلامتی کے ضامن سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا کے سب سے اعلیٰ اخلاق عطا فرمائے اور اس کا اظہار یوں فرمایا: "وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ." [۵۶] خود نبی اکرم ﷺ نے تکمیلِ اخلاقِ حسنہ کو اپنی بعثت کے بنیادی فرض کے طور پر قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ." [۵۷] چناں چہ آپ ﷺ نے پوری انسانیت کو اخلاق حسنہ کا ایک قابل عمل اور مکمل نظام عطا فرمایا اور ساری زندگی نہ صرف اچھے اخلاق کی اعلیٰ ترین عملی مثالیں پیش کیں بلکہ ایسے اخلاق حسنہ کی ترغیب ارشاد فرمائی جو کہ قیام امن کے ضامن ہیں اور اس کو اتنی اہمیت دی کہ حسن اخلاق کو نصف دین قرار دیا۔ چناں چہ ارشاد فرمایا: "حسن الخلق نصف الدين." [۵۸] حسن خلق کے حاملین کو اپنا محبوب کہا اور فرمایا: "إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ مِنِّي، مَحَاسِنُكُمْ أَخْلَاقًا." [۵۹] یہی وجہ ہے کہ سخت مخالفتوں اور زبردست رکاوٹوں کے باوجود نبی ﷺ کی کوششوں کے کام یاب ہونے کا بڑا سبب دراصل آپ کا کمال خلق تھا۔ [۶۰]

آپ کے اخلاق امن کا سبب کیوں کر نہ بنتے جب کہ آپ ﷺ نے فتنوں اور لڑائیوں کے اسباب جیسے غیبت، بہتان، برے القاب، جھوٹ، دھوکہ، فریب، دل آزاری جیسے قبیح افعال کی مذمت جب کہ عدل، احسان، محبت، اور عفو و درگذر جیسے ضامن امن و آشتی اخلاق کی ترغیب دی۔ مثلاً غصہ جو کہ عموماً لڑائی جھگڑے اور جنگوں کا باعث بنتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو کہ مخالف کو پچھاڑ دے، بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے

۵۶- القرآن، ۶۸: ۴۔

۵۷- ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی، **السنن الکبریٰ**، کتاب الشہادات، (بیروت: دار الکتب العلمیة، س ن)، ۱۰: ۳۲۳، رقم: ۲۰۷۸۲۔

۵۸- علاؤالدین علی بن حسام الدین الہندی، **كنزالعمال في سنن الأقوال والأفعال** (بیروت: مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۱ء)، ۳: ۳، رقم: ۵۱۴۱۔

۵۹- احمد حنبل، **المسند**، ۲۹: ۲۷۹، رقم: ۱۷۷۴۳۔

۶۰- محمد اسلم جیراج پوری، **تاریخ الامت** (دہلی: مکتبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۱۹۴۴ء)، ۱: ۱۵۸۔

وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔[۶۱] نیز ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت کرنے کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ فرمایا کہ: غصہ نہ کیا کر۔[۶۲] ان اخلاقی تعلیمات سے اقداماتِ قیامِ امن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے خلق کا نمایاں وصف یہ تھا کہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے تھے، بلکہ آپ معاف کرتے اور درگذر فرماتے تھے اور اسی عمل کی ترغیب و تعلیم بھی دیتے تھے۔ چناں چہ **شمائل ترمذی** میں مروی ہے: "ولا يجزى السيئة بالسيئة ولكن يعفوا ويصفحوا."[۶۳] فتحِ مکہ کے بعد مخالفین اور بڑے بڑے دشمنوں کو فراخ دلی سے نہ صرف معاف اور آزاد کر دیا[۶۴] بلکہ ماضی کی جنگوں کے مشرکین کے سپہ سالار ابوسفیان کو یہ اعزاز بھی دیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اسے بھی امان حاصل ہے۔[۶۵] یہ اس عفو و درگذر کی ایک بڑی مثال ہے۔

ل: ملک گیری کی ہوس کی مذمت

دنیا میں جنگوں، فتنے اور فساد کی ایک بڑی وجہ "ملک گیری کی ہوس" بھی ہے، جس کے تحت کوئی حکم ران، قوم یا فرد دوسروں کے علاقے، وطن یا زمین پر ناجائز اور غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں نتیجتاً محاذ آرائی، لڑائی اور جنگیں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس ہوس ہی کے نتیجے میں یہ دنیا گذشتہ صدی میں دو عالمی جنگیں دیکھ چکی ہے جن میں کروڑوں انسانوں کی لاشیں اٹھی ہیں۔ اس کے برعکس اسلامی تعلیمات یا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں کسی کے ملک یا اس کی زمین کے کسی حصے پر غاصبانہ اور ناجائز قبضہ تو دور کی بات ہے، بالشت برابر زمین پر غاصبانہ قبضے کی اجازت نظر نہیں آتی، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ ظُلْمًا، فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ القِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ."[۶۶] (یعنی جس نے کسی کی زمین پر ایک بالشت کے برابر بھی ناجائز

۶۱۔ البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، ۸:۲۸، رقم: ۶۱۱۴۔

۶۲۔ نفس مصدر، رقم: ۶۱۱۶۔

۶۳۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، **شمائل ترمذي**، بحوالہ شرح اردو خصائل محمدی، عبد الصمد ریالوی، منیر احمد وقار (لاہور: انصار السنۃ پبلی کیشنز)، ۵۹۶۔

۶۴۔ ابن ہشام، مصدر سابق، ۲: ۲۷۸۔

۶۵۔ رضی الاسلام ندوی، مرجع سابق، ۵۰۸۔

۶۶۔ البخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في سبع أرضين، ۴:۱۰۷، رقم: ۳۱۹۸۔

طور پر قبضہ کیا تو روزِ قیامت نچلی تہ تک وہ زمین اس (غاصب) کی گردن پر طوق کی صورت میں ڈال دی جائے گی۔) چناں چہ سیرت و تاریخ شاہد ہے کہ اسلام میں اگر مفتوحہ علاقوں کے لوگوں نے امن و سکون سے رہنے کی تسلی دی تو ان پر جزیہ عائد کر کے ان کے علاقے انھی کے پاس رہنے دیے۔ جب دوسروں کے حقوق کا اس قدر خیال رکھا جائے گا تو جھگڑے، فتنے اور بد امنی کیوں کر پیدا ہو سکتے ہیں۔

م: تحقیقی رویوں کا فروغ

دنیا میں جھگڑے، فسادات اور جنگوں کی ایک بڑی وجہ غلط خبریں، جھوٹی افواہیں اور غلط الزام تراشیاں ہوتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں اس سبب کی جڑیں ہی کاٹ دی گئیں اور تحقیقی رویوں کو فروغ دیا گیا تاکہ امن و آشتی کی فضا قائم رہے؛ چناں چہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾[۶۷] (یعنی اے ایمان والو اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی میں نقصان پہنچا دو اور پھر تمھیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے۔)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اس حکم کو اپنے فرامین اور عمل سے فروغ دیا اور ارشاد فرمایا کہ: "كفى بالمرء كذبا، أن يحدث بكل ما سمع."[۶۸] (آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جو بات سنے اس کو (بغیر تحقیق کے) بیان کر دے) ان ہی روایات میں یہ بھی فرمایا کہ اس طرح کا کام کرنے والا شخص امام بھی نہیں بن سکتا۔[۶۹] عمومی طور پر لڑائیاں جھوٹے دعووں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ آپ ﷺ کے اسوہ میں اس کا سدباب ایک دائمی اصول اور باقاعدہ شرعی قاعدہ کے وضع کرنے کے ذریعے کیا گیا ہے؛ چناں چہ آپ ﷺ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: "الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعَى عَلَيْهِ."[۷۰] اس حدیثِ مبارکہ کے مطابق شریعت میں دعویٰ، مطالبہ اور حق کو ثابت کرنے لیے آپ ﷺ نے یہ قانون اور ضابطہ وضع

۶۷- القرآن، ۴۹: ۶۔

۶۸- مسلم، **الجامع الصحيح**، باب النهى عن الحديث بكل ما سمع، ۱:۱۱، رقم: ۵، ۶۔

۶۹- نفس مصدر۔

۷۰- ابوعیسیٰ الترمذی، **السنن الترمذي**، باب ما جاء في أن البينة علىٰ المدعي، ۳:۲۱۸، رقم: ۱۳۴۱۔

فرمایاہے کہ مدعی (دعوی کرنے والے) کے ذمے یہ لازم ہے کہ وہ اپنے دعوٰے کو ثبوتوں، شواہد اور گواہی کے ذریعے ثابت کرے۔ اگر مدعی کے پاس شواہد اور گواہ نہ ہوں تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ (جس کے خلاف دعوٰی کیا جائے اس) پر قسم اور حلف لازم ہو گا، اگر وہ قسم اٹھالے تو پھر اس کی بات ہی معتبر ہو گی۔ اس لیے کسی شخص یا قوم یا علاقے کو محض بے بنیاد الزام اور اس کے جرم کے ثابت ہوئے بغیر سزا دینا یا نقصان پہنچانا آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جھوٹی گواہی کی مذمت اور انجام بد میں آپ ﷺ کا یہ فرمان حقیقت کو بہت حد تک واضح کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"لَنْ تَزُولَ قَدَمُ شَاهِدِ الزُّورِ حَتَّى يُوجِبَ اللهُ لَهُ النَّارَ." [۷۱] (یعنی جھوٹے گواہ کے قدم (جھوٹی گواہی کے بعد) اپنی جگہ سے ہٹنے بھی نہ پائیں گے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اُس کے لیے جہنم کو واجب کر دے گا۔)اس طرح بے بنیاد الزامات، بہتان تراشیوں اور بغیر ثبوتوں کے دعووں کی بجائے تحقیقی اور ثابت شدہ، مدلّل، اور مبرہن دعوے کو قبولیت کا درجہ دیا تا کہ امن و آشتی کی فضا قائم رہے اور بدامنی سے بچا جا سکے۔

۲۔ امن معاہدات و قضایا

نبی اکرم ﷺ نے قبل از بعثت، مکی دور اور مدنی دور میں ایسے کئی معاہدات اور فیصلے کیے جن کا بنیادی مقصد امن کا قیام تھا اور دنیا نے دیکھا کہ ان معاہدات و فیصلوں سے امن صحیح معنوں میں قائم بھی ہوا۔ ان معاہدات امن اور قضایا نے پوری انسانیت کو امن اختیار کرنے کا درس دیا اور اس کے ذرائع بھی سکھلائے۔ اس قسم کے معاہدات ویسے تو بہت زیادہ ہیں، لیکن ذیل میں ان میں سے چند ایک اہم معاہدات کا تذکرہ بہ طور نمونہ کیا جاتا ہے۔

الف: قبل از بعثت امن معاہدہ حلف الفضول

نبوت کے اعلان سے قبل آپ کا ایک اہم امن معاہدہ حلف الفضول تھا جس میں آپ ﷺ مرکزی حیثیت سے شامل تھے۔ اس معاہدے میں بنی ہاشم، بنی مطلب، اسد بن عبد العزیٰ، اور زہرہ بن کلاب نے قسمیں کھائیں اور اس بات پر معاہدہ ہوا کہ مکے میں وہ کسی کو مظلوم پائیں گے تو اس کی امداد کے لیے کھڑے ہو جائیں گے خواہ وہ مظلوم مکے کا باشندہ ہو یا باہر سے آیا ہو، جس نے بھی ظلم کیا اس کا مقابلہ کریں گے یہاں تک کہ وہ مظلوم کا

۷۱۔ ابن ماجہ، **سنن ابن ماجه**، باب شهادة الزور، ۲:۷۹۴، رقم: ۲۳۷۳۔

حق لوٹا دے۔[۷۲] آپ ﷺ کا اس معاہدے کے بارے میں یہ فرمان ہے کہ میں اس معاہدے کے وقت عبد اللہ بن جدعان کے گھر موجود تھا۔ میں اس معاہدے کے معاوضے میں بہت سے سرخ اونٹوں کے ملنے کو بھی پسند نہ کروں گا اگر اس معاہدے کی رو سے اسلام میں بھی کوئی مجھے بلائے تو میں ضرور اسے قبول کروں گا۔[۷۳]

اس معاہدے کے مفیدِ امن ہونے کے بارے میں قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تعاون و تمدن کی برکات اور طاقت کو سمجھا اور حلف الفضول کے قائم کرنے سے قیامِ امن اور حفاظت نوعِ انسانی کی جدید سڑک تیار کر دی اور ان منتظمین کو جو سچے دل سے کسی ملک کو ترقی دینا چاہتے ہیں اسی ملک کے باشندوں کو شریک انتظام کر لینے کے زریں اصول کا سبق دیا۔[۷۴]

ب: قبل از بعثت تنصیبِ حجر اسود کا فیصلہ

قبل از بعثت قیامِ امن کا ایک اقدام حجر اسود کی تنصیب میں آپ ﷺ کا انتہائی اعلیٰ فہم و فراست کا استعمال کافی اہمیت کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ جب تعمیر کعبہ کے وقت حجر اسود کو نصب کرنے میں اختلاف ہو گیا اور فیصلہ آپ پر آن پڑا تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو ایک کپڑے میں رکھ کر فرمایا کہ ہر قبیلہ اس کپڑے کا ایک ایک کونا پکڑے اور سب مل کر اسے اٹھائیں۔ جب وہ اسی طرح اسے لے کر اس کے مقام تک پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے مقررہ جگہ پر رکھ دیا اور اس پر تعمیر ہونے لگی۔[۷۵] اس طرح باہم دست و گریبان اور آتشِ حرب کا شکار ہونے کے قریب قبائل کو اپنی فراست اور حسن فیصلہ کے استعمال کے ذریعہ اس جنگ سے بچا لیا اور یہ واضح کر دیا کہ جب مختلف اغراض اور مختلف مقاصد کے لوگ ایک جگہ ہوں تو ان کو کس طرح مرکز واحد پر لایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بھی ثابت فرما دیا کہ خدشۂ جنگ کے ٹلا دینے اور امن کو مستحکم رکھنے کے لیے جنگی طاقت کی نہیں بلکہ اعلیٰ دماغی قابلیت کی ضرورت ہوتی ہے۔[۷۶]

ج: بعد از بعثت: امن معاہدہ میثاقِ مدینہ

ہجرت کے پہلے سال ہی پیغمبر امن و سلامتی ﷺ نے تمام اہل مدینہ، جن میں مسلمان، مشرکین اور

۷۲۔ ابن ہشام، مصدرِ سابق، ۱: ۱۳۱۔

۷۳۔ ابن ہشام، مصدرِ سابق، ۱: ۱۳۱۔

۷۴۔ محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، ۱: ۳۶۔

۷۵۔ ابن ہشام، مصدرِ سابق، ۱۸۹۔

۷۶۔ منصور پوری، مرجعِ سابق، ۳۶۔

یہودی لوگ شامل تھے ،کے درمیان ایک امن معاہدہ قائم فرمایا جسے میثاق مدینہ کہا جاتا ہے۔اس معاہدے سے مذہب ونسل کے امتیاز کے باوجود متحدہ قومیت ،باہمی حقوق کی پاس داری اور امن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ گویا یہ ایک پر امن بقاے باہمی کا معاہدہ تھا۔(۷۷) اس معاہدے نے نہ صرف مدینے کی سوسائٹی کو ایک نظم میں پرو دیا، بلکہ سیاسی نوعیت کی تنظیمِ معاشرہ میں بھی اہم کردار ادا کیا۔اس معاہدے کو بلاشبہ دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیا جاتا ہے۔(۷۸)

مشہور سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ نے اس معاہدے کو بجا طور پر "استحکام امن کے لیے بین الاقوامی معاہدہ" کا نام دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں بھی قومیت کی وحدت قائم رہے اور تہذیب وتمدن میں سب کو ایک دوسرے سے مدد واعانت ملتی رہے۔(۷۹)

اس معاہدے کی تمام شقوں میں آپ ﷺ نے امن،سلامتی ،استحکام،اتفاق،اتحاد ،بقاے باہمی، نظم،اور دفاع کے مختلف پہلو شامل فرمائے جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ معاہدہ قیام امن کے لیے کتنا مفید اور اہمیت کا حامل تھا۔

د: امن معاہدہ: صلح حدیبیہ

اس کے بعد ۶ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر آپ ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اہلِ مکہ کے ساتھ ایک امن معاہدہ کیا جس کے نتیجے میں صلح ہوئی۔ یہ معاہدہ مسلمانوں کی امن پسندی، صبر وتحمل اور قیامِ امن و آشتی کی عظیم مثال تھی، نیز اس کے نتیجے میں مسلمان اہلِ مکہ کے جبر واستبداد اور ظلم وستم سے اگلے دس سالوں تک محفوظ ہونے میں کام یاب ہوئے۔ اس معاہدے کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان اس امن کے ماحول میں دعوت دین بلا روک ٹوک صحراے عرب سے نکل کر عرب کے دیگر قبائل تک اور پھر قریبی ممالک تک پہنچانے میں کام یاب ہوگئے ۔مزید برآں امن کے قیام اور پُرامن بقاے باہمی کے اس ماحول میں مسلمان نہ صرف عرب، بلکہ بیرونِ عرب بھی اپنے سماجی،سفارتی اور تجارتی روابط کو تیزی سے بڑھانے کے قابل ہوئے۔

صلح وامن کے اس معاہدے کی افادیت بیان کرتے ہوئے مشہور سیرت نگار حکیم ابوالبرکات داناپوری

۷۷- محمد رفیق، **نبی امن وآشتی ﷺ** (لاہور: مکتبۂ قرآنیات،۲۰۰۹ء)،۴۵۔

۷۸- نعیم صدیقی، **محسن انسانیت ﷺ** (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ)،۲۲۷۔

۷۹- منصورپوری، مرجع سابق، ۱۱۵۔

یوں رقم طراز ہیں: ''ہر وقت کے جدال و قتال کی وجہ سے وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی تعلیم کے متعلق کوئی صحیح رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ اس مصالحت کے بعد جب اطمینان کے ساتھ ایک دوسرے سے ملے تو انھوں نے دیکھا کہ خود ہماری ایک جماعت تھوڑے دنوں میں اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہو کر انسانیت اور شرافت کے کیسے اعلیٰ مرتبہ میں پہنچ گئی ہے۔''[۸۰] اس معاہدے کے مفید ہونے کا ایک پہلو یہ بھی تھا بنی بکر اور بنی خزاعہ کی ایک عرصے سے جنگ چلی آرہی تھی، لیکن اس معاہدے کی وجہ سے وہ جنگ رک گئی تھی۔ بعد میں قریش نے یہ عہد توڑ کر اس جنگ کو پھر سے مشتعل کر دیا تھا اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے بعد ازاں ان پر حملہ کیا اور مکہ فتح ہوا۔[۸۱] الغرض اس معاہدے کی شرائط اگرچہ بہ ظاہر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف نظر آرہی تھیں، لیکن قیامِ امن میں انتہائی مفید ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے اسے قبول کیا۔ بعد ازاں یہ افادیت سب پر واضح بھی ہو گئی کہ اس سے امن اور اسلام کو کس قدر فروغ ملا۔

۳- قیامِ امن کے لیے مذاکرات و مکالمے

آج کی جدید دنیا میں قیامِ امن کے لیے جس ذریعے کو سب سے اہم اور مفید سمجھا جاتا اور اختیار کیا جاتا ہے وہ مذاکرات و مکالمے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان ذرائع کو حتیٰ المقدور اختیار فرمایا اور اس کی ترغیب بھی ارشاد فرمائی۔ اگرچہ مکی دور میں بھی کئی مثالیں مکالمات کی ملتی ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی حیات و سیرتِ طیبہ کا مدنی دور بلاشبہ دیگر اقوام، ادیان اور تہذیبوں کے درمیان مکالمات و مذاکرات سے بھرا ہوا ہے جو کہ ظاہر ہے دعوتِ امن و سلامتی اور قیام امن و آشتی کے لیے ہی تھے۔ نبی کریم ﷺ نے مشرک و غیر مسلم تہذیب کے نمائندہ افراد و حکم رانوں سے دو حیثیتوں سے مکالمے کیے؛ ایک تو انفرادی مکالمے جو کہ ذاتی طور پر کیے گئے اور دوسرے اجتماعی مکالمے جو کہ حکومتی سطح پر کیے گئے۔ انفرادی مکالموں میں اہلِ طائف کے سرداروں سے کیا گیا مکالمہ، ورقہ بن نوفل کے ساتھ مکالمہ، نسطورہ راہب سے کی گئی بات چیت اور مکالمہ ، نجران کے عیسائی علما کے وفد سے مکالمہ اور یہودی ربیوں سے کیا گیا مکالمہ شامل ہے، جب کہ قومی اور حکومتی سطح پر آپ ﷺ نے خود یا آپ کی طرف سے جو مکالمات فرمائے گئے ان میں اہل مکہ سے کیا گیا مکالمہ، حبشہ کے حکم ران سے مکالمہ اور اہل مدینہ کے ساتھ مکالمہ شامل ہیں۔ مذکورہ مکالمات دنیا کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی اصل حیثیت

۸۰- داناپوری، مرجع سابق، ۲۲۵۔

۸۱- نفس مرجع، ۱۰۔

ہادی، داعی اور خالق کائنات کے پیغام بر کی تھی اور دعوت کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے کہ حالات پُر امن اور پر سکون رہیں ورنہ جنگ و جدال اور بدامنی کے ماحول میں دعوت کا کام ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ انتقام کی صورت حال میں کوئی بھی، فریق مخالف کے پیغام اور دعوت کو سُننے اور قبول کرنے کا متحمل و روادار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے برعکس دوسرے کے خون کا پیاسا ہو جایا کرتا ہے اور اس کو صحیح بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس حقیقت کا ادراک کرتے ہوئے اس حکمت عملی کو اختیار فرمایا اور اس کے ذریعے نہ صرف مخالفین کی غلط فہمیوں کو دور فرمایا، بلکہ ان تک پیغام امن و سلامتی اور محبت بہ طریقِ احسن پہنچا کر امن و آشتی کے ماحول کو قائم کرنے کی بھر پور کوشش فرمائی۔

۴- قیام امن کے لیے مراسلات و مکتوبات

اقوام و ملل کی طرف مراسلات و مکتوبات کو بھی آج کی جدید دنیا میں پر امن اور مہذب طریقۂ ربط سمجھا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ نے مجھے تمام دنیا کے لیے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو حوارین عیسیؑ کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ جاؤ میری طرف سے پیغامِ حق ادا کرو۔ [۸۲] چناں چہ اس خطبے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوتِ امن و سلامتی یعنی اسلام کو اقوام عالم تک پہنچانے اور ان کی عوام کو اس پیغام کے مان لینے کی صورت میں امن کی ضمانت فراہم کرنے کے لیے اپنے سفرا اور نمائندوں کے ذریعے ہجرت کے ساتویں سال دنیا کے مختلف سلاطین اور حکم رانوں اور رؤسائے عرب کی طرف خطوط اور مراسلے روانہ فرمائے اور ان کو اسلام قبول کرنے اور باطل مذاہب کو ترک کرنے کی دعوت دی [۸۳]۔ ان خطوط میں متفقہ عقائد کو قبول کرنے کی بھی دعوت دی تاکہ وجہ اتفاق بن سکے، مثلاً روم کے بادشاہ ہرقل (قیصر روم) کو خط میں یہ آیات بھی لکھ کر بھیجیں: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ﴾ [۸۴] (یعنی اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان (تسلیم شدہ اور) برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی

۸۲- شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، ۱: ۲۸۵۔

۸۳- محمد رضی الاسلام ندوی، دروس سیرت، ۴۶٦۔

۸۴- القرآن، ۳: ٦۴۔

اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے۔)[۸۵]

یہ خطوط بھی دراصل امن ہی کی دعوت تھی۔ ویسے بھی آپ ﷺ کے نزدیک کسی قوم سے جنگ کرنے سے پہلے ہر میدان میں اور ہر جگہ حکمت، بحث و مباحثہ اور عمدہ نصیحت کے ذریعے پر امن دعوت پیش کرنا ضروری ہے۔ان عالمی مراسلات اور خطوط سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ جو دعوت امن و اسلام لے کر آئے تھے وہ کسی مخصوص قوم کے لیے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لیے تھی۔ وہ کسی نسلی، گروہی یا قومی مزاج کی حامل نہیں تھی؛اسی لیے آپ ﷺ نے طاقت ور عالمی حکم رانوں کو یہ خطوط بھیجے۔[۸۶]

۵- قیامِ امن کے لیے غزوات و سرایا

مؤرخین و سیرت نگاروں نے نبی اکرم ﷺ کے غزوات و سرایا کے اسباب میں اعلاے کلمۃ اللہ اور دیگر کئی اسباب ذکر کیے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ایک نمایاں سبب قیام امن وامان بھی قرار دیا۔ان کے مطابق عرب بنیادی طور پر جنگ وجدال کے شوقین اور دل دادہ قوم تھے۔یہی وجہ تھی کہ وہ اکثر جنگ وبدامنی کی لپیٹ میں رہتے تھے۔ تمام قبائل باہم لڑتے رہتے تھے، یہاں تک کہ محترم مہینوں میں بھی بہانے نکال کر مہینوں کے نام بدل دیتے تھے اور لڑائی کرتے رہتے تھے۔ تجارت بالکل غیر محفوظ تھی، قافلوں کو لوٹ لیا جاتا تھا،انتقام اور بدلے کو اپنا فرض سمجھا جاتا تھا۔ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اس لیے بھیجا تھا کہ نہ صرف وعظ و پند بلکہ دست وبازو سے بھی تمام عرب، بلکہ تمام دنیا میں امن وامان قائم کریں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو خون ریزی اور قتل وغارت سے زیادہ کوئی چیز ناپسند نہیں۔[۸۷]

اپنے اس مشن اور مقصد کا اظہار آپ ﷺ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو ان کے قبول اسلام کے وقت یوں فرمایا تھا کہ "اللہ اس کام کو اس طرح پورا کرے گا کہ ایک شتر سوار صنعا سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا اور اس کو اللہ کے سوا اور بھیڑیے کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا۔[۸۸] اور **صحیح بخاری** کے الفاظ ہیں کہ "اللہ اس کام کو اس طرح پورا کرے گا کہ ایک عورت حیرہ سے چلے گی اور آکر کعبہ کی زیارت کرے گی اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہو گا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک عورت حیرہ سے سفر کر کے

۸۵- شبلی نعمانی، مرجع سابق، ۱: ۲۸۷۔
۸۶- نفس مرجع۔
۸۷- شبلی نعمانی، مرجع سابق، ۱: ۳۵۵۔
۸۸- نفس مرجع۔

حرم تک آئی اور اس کو کسی کا ڈر نہیں ہوتا۔[(۸۹)]

غزوات کے قیامِ امن کے لیے ہونے کا بڑا ثبوت آپ ﷺ کے غزوات و سرایا میں کل شہدا اور مقتولین کی قلیل تعداد ہے۔ یعنی دس سالہ مدنی دور میں سات غزوات سمیت کل بیاسی کارروائیوں میں مسلمان شہدا کی تعداد ۳۱۰؛ جب کہ ۸۵۱ کفار مقتولین، اس طرح کل تعداد ۱۱۶۱ بنتی ہے جو کہ اتنی کارروائیوں میں انتہائی قلیل تعداد بنتی ہے۔[(۹۰)] اس کے علاوہ آپ ﷺ کا جنگی قیدیوں سے حسن سلوک، رحم دلی اور نرمی کا برتاؤ، مال غنیمت اور قومیت کے لیے لڑنے کی ممانعت، جنگوں میں مقتولین کا مثلہ کرنے، کھیتیوں کو جلانے، بچوں، عورتوں اور مذہبی راہ نماؤں، تاجروں اور کسانوں کو قتل کرنے کی ممانعت جیسے قوانین کا اجرا، امن کے طلب گاروں کو امن دینے کی تعلیمات، فتح مکہ میں عام معافی کا اعلان، قاتلین کو معاف کرنا اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ جیسے عظیم اقدامات قیام امن کی عظیم مثالیں ہیں۔[(۹۱)]

مولانا سلیمان منصور پوریؒ، آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس طرح کے اقدامات اور اسیر ان کے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگرچہ مسلمانوں کے لیے یہ لڑائیاں سخت آزمائش تھیں، لیکن رب العالمین کی اس میں بھی شاید یہ حکمت ہو کہ اسلام دنیا کے لیے جنگ کا بھی وہ نمونہ پیش کر دے جو انسانی ہم دردی اور رحم و الطاف سے لب ریز ہو۔[(۹۲)]

یہ بات بھی واضح کرنا بہت ضروری ہے کہ تمام غزوات و سرایا وہ ناگزیر لڑائیاں تھیں جن میں اللہ کے برگزیدہ رسول و نبی ﷺ اور مسلمان اضطراراً تقریباً سات سال کے درمیانی عرصے میں شریک ہوتے رہے ہیں اور ان میں سے کسی جنگ میں مسلمانوں نے ابتدا نہیں کی، بلکہ یہ تمام لڑائیاں صرف حملہ آوروں کے حملوں کو روکنے اور ان کے شر سے بچنے کے لیے کی تھیں۔[(۹۳)]

٦- مقاصدِ شریعتِ محمدیہ ﷺ مبادیاتِ امن

آپ ﷺ نے شریعت اسلامیہ کی تعیین، بیان اور تشریح میں جو مقاصد متعین اور طے فرمائے، وہ دراصل

۸۹- البخاري، **الجامع الصحيح**، كتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۴:۱۹۷، رقم: ۳۵۹۵۔

۹۰- منیر احمد وقار، **پیغمبر امن محمد ﷺ**، ۱۱۵۔

۹۱- احمد ابن حنبل، **المسند**، ۴:۴۶۱، رقم: ۲۷۲۸۔

۹۲- منصور پوری، **رحمۃ للعالمین ﷺ**، ۱: ۱۷۴۔

۹۳- نفس مرجع، ۱۷۰۔

قیام امن کی مبادیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شریعت امن و امان قائم رکھنے اور نظم و نسق درست رکھنے کو مقصود رکھتی ہے اور وہ حکم رانوں کو اس کا ذمے دار ٹھہراتی ہے۔(۹۴) شریعت اسلامیہ میں قانون سازی کا عام مقصود نظام عالم کا تحفظ ہے، اس طرح کہ وہ ہمیشہ اچھی حالت میں رہے۔(۹۵) گویا حکیم و خبیر خالق عز و جل نے شرعی احکام میں اپنے بندوں کے لیے جو فوائد رکھے ہیں وہی مقاصد شرعیہ ہیں۔

اس فن اور موضوع پر مسلمان علمانے بڑی مفید کتب لکھیں جن میں اس فن کے اولین معمار امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الغرناطی الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) کی **الموافقات** کا نام سر فہرست ہے۔ متأخرین نے اسی کتاب سے استفادے کے بعد اس موضوع پر تفصیلی بحثیں تحریر کیں۔ ان کے مطابق ضروری مصالح کے ذیل میں پانچ چیزوں کا تحفظ شریعت محمدی کا مطمح نظر اور احکام شرعیہ کا مقصود و مدعا ہے اور انھیں پانچوں کلیات و اصولوں کی حفاظت سے انسان کی دنیوی و اخروی زندگی کی فوز و فلاح اور سلامتی وابستہ ہے۔ یہ پانچ ضروریات اصول دین میں سے ہیں۔ انھی کو شریعت کے مقاصد خمسہ کا نام بھی دیا گیا ہے۔ امام شاطبیؒ نے انھیں "اصول دین اور قواعد شریعت جیسے نام دیے ہیں جن سے ان کی افادیت و اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ یہ مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ دین کی حفاظت
۲۔ انسانی جان کی حفاظت
۳۔ انسانی عقل کی حفاظت
۴۔ انسانی نسل کی حفاظت
۵۔ انسان کے مال کی حفاظت

ذیل میں ان کی ضروری تفصیل تحریر کی جاتی ہے۔

تحفظ دین یہ ہے کہ انسان کو عبادات اور ارکانِ اسلام جیسے شرعی احکام کا پابند اس لیے بنایا گیا تا کہ انسان کا "دین" سلامت اور محفوظ رہے۔

تحفظ جان یہ ہے کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بلا امتیاز رنگ و نسل اور مذہب ہر انسان کی جان قابلِ عزت و احترام ہے، قرآن نے کسی ایک انسان کو ناحق قتل کرنے کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر قرار دیا

۹۴۔ محمد نجات اللہ صدیقی، **مقاصد شریعت** (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، ۲۰۰۹ء)، ۳۰۔
۹۵۔ نفسِ مرجع۔

ہے اور کسی ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف قرار دیا ہے،[۹۶] ایک اور آیت مبارکہ میں جان بوجھ کر کسی مؤمن کی جان لینے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضی، غضب، لعنت اور جہنم میں داخل ہونے کا مُوجب قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾[۹۷] اور یہ حکم صرف مسلمانوں کے قتل کی ممانعت تک محدود نہیں تھا، بلکہ اسی کے مطابق آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے بارے میں فرمایا: "مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِي غَيْرِ كُنْهِهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ"[۹۸] (جس کسی نے کسی (معاہد) غیر مسلم پُر امن شہری کو ناحق قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے۔) نبی اکرم ﷺ نے انسانی جان کے تحفظ کے لیے نہ صرف اخلاقی تعلیم دی ہے، بلکہ اس کے لیے قانونِ قصاص و دیت بھی دیا اور دیت، قصاص اور زخموں وغیرہ کے ان احکام شرعیہ کا مقصد یہ قرار دیا کہ ان کے ذریعے انسانی "نفس" کی حفاظت ہو اور انسانی جان محفوظ و مامون رہے۔

انسان کی دیگر مخلوقات سے فضیلت کا سبب عقل ہے جو کہ صحیح اور غلط میں امتیاز کرتی ہے۔ اس کو سلامت رکھنا اس امتیاز کے لیے بہت ضروری ہے۔ اسی لیے شریعت میں نشہ آور چیزوں اور اس طرح کے دیگر لہو ولعب کی ممانعت اور اس کے استعمال کی صورت میں سزائیں متعین فرمائیں تاکہ انسانی "عقل" سلامت رہے؛ کیوں کہ اگر عقل سلامت نہیں رہے گی تو پُرامن رہنا بھی خواب ہی رہے گا اور اگر عقل سلامت رہی تو امن وسلامتی قائم رہنا زیادہ ممکن ہے۔

تحفظ نسل وناموس یہ ہے کہ انسانی نسل کو باقی رہنا اور عزت کی حفاظت اس کا حق ہے؛ چناں چہ گھریلو زندگی سے متعلق احکاماتِ شریعت جیسا کہ نکاح، طلاق، عدت، رضاعت اور حد زنا و قذف وغیرہ کے احکام اس لیے دیے گئے تاکہ انسانی "نسل" کو بقا اور تحفظ میسر آئے اور انسانی عزت و وقار کا تحفظ یقینی بن سکے۔ جب تاریخی شہادتوں کی روشنی میں کثیر لڑائیاں اور جنگیں عزت و ناموس کے پامال کرنے کے سبب ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کے برعکس تحفظِ ناموس و نسل بلاشبہ امن وسکون کا ایک بڑا سبب ہو سکتا ہے۔

۹۶- القرآن، ۵: ۳۲۔

۹۷- القرآن، ۴: ۹۳۔

۹۸- ابوداؤد السجستانی، **السنن**، کتاب الجهاد، باب في الوفا للمعاهد، (بیروت: **المكتبة العصرية صيدا**)، ۳: ۸۳، رقم: ۲۷۶۰۔

تحفظ مال سے مراد ہے کہ ہر انسان کا مال اسی کا حق ہے اور اس کی حفاظت شریعت کی ترجیح ہے۔ جنگ و جدال، بدامنی اور فتنے وفساد کی ایک بڑی وجہ کسی فرد یا قوم کے مال کو ناجائز طریقے سے کھانا اور ہتھیانا ہے۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ جائز طریقے کے علاوہ کسی بھی طریقے سے دوسروں کا مال مت کھاؤ۔ قرآن مجید کے ارشاد: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾[99] (اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ، سوائے اس کے کہ تمھارے مابین ایک دوسرے کی رضامندی کے ساتھ لین دین ہو۔) اس فرمان کے مطابق آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مِنْ مَالِ أَخِيهِ إِلَّا مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُهُ."[100] (کسی کے لیے اپنے بھائی کے مال میں سے اس کی رضامندی کے بغیر کھانا حلال نہیں ہے۔) نیز آپ ﷺ نے فرمایا: "كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، عِرْضُهُ وَمَالُهُ وَدَمُهُ."[101] (ایک مسلمان کی عزت، مال اور جان (خون) دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔) ان فرامین پر عمل کے لیے آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ سیرت اور تعلیمات کے مطابق رشوت، غبن،، ناپ تول میں کمی بیشی، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، دھوکہ اور فریب، حرام اور ناجائز چیزوں کا کاروبار، ناجائز قبضہ، لوٹ کھسوٹ، جوا، سود اور سرقہ و چوری وغیرہ کو روزی اور مال حاصل کرنے کے ناجائز ذرائع قرار دیا گیا؛ کیوں کہ اگر ان ذرائع سے روزی حاصل کی گئی تو استحصال کی وجہ سے سماج میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا اور ملک وعلاقے سے امن اور سکون ختم ہو جائے گا۔ پس خرید وفروخت کے احکامات اور چوری وڈاکہ زنی وغیرہ کی ممانعت اور اس کی سزائیں اس لیے مقرر کی گئیں تاکہ انسانی "مال" محفوظ رہ سکے اور نتیجتاً امن و امان قائم رہ سکے۔ الغرض اسلامی شریعت کے احکامات کے صدور ونفاذ کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد سوسائٹی میں امن و امان اور تحفظِ حقوق کو یقینی بنانا ہے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے تشریعی مقاصد میں امن و امان کو ترجیحی بنیادوں پر ملحوظ رکھ کر انسانیت پر ایک عظیم احسان کیا اور معاشرے کو محفوظ بنانے میں ایک اہم کردار ادا کیا۔

۹۹۔ القرآن، ۴: ۲۹۔

۱۰۰۔ ابن حنبل، **المسند**، ۲۴: ۲۳۹، رقم: ۱۵۴۸۸۔

۱۰۱۔ الترمذی، **السنن**، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في شفقة المسلم على المسلم، ۴: ۳۲۵، رقم: ۱۹۲۷۔

مستشرقین کا نبی اکرم ﷺ کی امن پسندی کا اعتراف

امن کے فروغ اور نفاذ میں آپ ﷺ کا کردار اس قدر مؤثر اور وسیع تھا کہ غیر مسلم فلاسفر، مؤرخین اور دانشور مستشرقین، جو کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں تحقیقات کرتے رہتے ہیں، بھی آپ ﷺ کی انسانیت کے لیے پیش کردہ خدمات امن و حقوق کو خراج تحسین و عقیدت پیش کیے بغیر اور اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ چند ایک کی آرا ذیل میں بہ طور نمونہ تحریر کی جاتی ہیں۔

جارج برنارڈ شاہ جو کہ انگریزی زبان کے مشہور و معروف ڈرامہ نگار اور مصنف ہیں اس اعتراف میں *The Genuine Islam* میں یوں رقم طراز ہیں کہ "میں نے محمد ﷺ کے بارے میں کافی پڑھا اور میری اپنی رائے میں ان کی طرح کی اور کوئی شخصیت نہیں، وہ انسانیت کے تحفظ و بقا کے ضامن رہے، ان کی تعلیمات و سیرت پر اگر عمل کیا جائے تو دنیا کے مسائل و پریشانیوں کو حل کر کے اسے خوشیوں، مسرتوں اور امن و امان کا مسکن بنایا جا سکتا ہے۔"[۱۰۲]

پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ اپنی ایک تصنیف میں اعتراف کرتا ہے کہ "اگر اسلام کا ظہور نہ ہوتا تو شائد دنیا ایک طویل زمانے تک انسانیت، تہذیب و تمدن اور شائستگی سے بہرہ مند نہ ہوتی۔ یہ حقیقت ہے کہ آج دنیا میں مساوات، باہمی امداد، علمی کوششوں اور انسانیت کے ساتھ ہم دردی کی جو بھی تحریکیں سرگرم عمل ہیں، وہ سب کی سب دینِ اسلام ہی سے ماخوذ ہیں۔ اسلام نے آ کر حکومتی نظام کا طریق کار بدل دیا اور اقتصادی و معاشی انقلاب برپا کر دیا۔ اسلام نے نظام حیات کا ایک ایسا کامل نمونہ پیش کیا جو کہ نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ ساری دنیا کے لیے رحمت ثابت ہوا۔[۱۰۳] برطانوی مصنفہ کیرن آرمسٹرانگ واضح طور پر یہ اعتراف کرتی ہیں کہ "محمد ﷺ ایک ایسی تہذیب اور مذہب کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار پر ہرگز نہ تھی، مغربی و یورپی پروپیگنڈے اور کہانیوں کے باوجود اسلام کا نام ہی صلح اور امن کا مفہوم رکھنے والا دین ہے۔"[۱۰۴]

اس طرح کی اور بھی کثیر مثالیں موجود ہیں جن میں غیر مسلموں کی آپ ﷺ کی مساعیِ امن کے بارے میں گواہی اور اعترافات موجود ہیں جو اس بات میں ایک ہی رائے پر ہیں کہ آپ ﷺ دنیا کے سب سے

102– Sir, George Bernard Shaw, *The Genuine Islam* (Singapore) 1:8, 1936.

103– T.W Arnold, *The Preaching of Islam*, (London: Constable & Company, 1913), 413- 414.

104– Karen Armstrong, *Muhammad: A Western Attempt To Understand Islam*, (Harper Collins, 1991).

بڑے امن کے داعی اور علم بردار تھے۔

نتائج بحث

اس بحث کے بعد ہم خلاصۂ کلام کے طور پر یہ کہ سکتے ہیں کہ دنیاے انسانیت کو دور حاضر میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ امن و سلامتی سے متعلقہ جو بھی مسائل در پیش ہیں ان کا حل نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کی مثالوں میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کے اقداماتِ امن و آشتی آج کی مہذب دنیا کے لیے قیام امن کے لیے مینارۂ نور اور مِشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں؛ کیوں کہ ان اقدامات کی عملیت اور افادیت دنیا نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کی ہے۔ چناں چہ تعلیمات و سیرتِ سرورِ عالم ﷺ سے راہ نمائی لے کر ہم دنیا سے بد امنی اور فتنہ و فساد کو ختم کر کے اسے امن و سکون کا گہوارہ بنا سکتے ہیں۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

List of Sources in Roman Script

- Abū al-Qasim, Sulaimān Bin Aḥmed al-Ṭabrani, *al-Mo'jam al-'Ausaṭ* , Cairo: Dār al-Ḥaramain.
- Shiblī No'mānī, Allamh , *Sīraṭ Al-Nabī(S.A.W)*, Lahore: Idārah Islamiat, 2002.
- Abū Abdur Raḥmān Aḥmed Bin Shoaib , al-Nasa'ī, a*l-Sunan*, Halb: Maktab al-Matbū'āt al-Islamiah, 1406H
- Muḥammad Bin Isma'īl Al-Bukhari*, al-Jami' al-Saḥīḥ*, Bairoot: Dār Ṭouq al-Najat ,1422 H
- Alī, Abū al-Ḥassan bin Abdul Ḥa'ī Al-Nadvī*, al-Sīrat Al-Nabviyah*, Damascus: Dār Ibn- Kathir, 1425H.
- Munīr Aḥmed Waqar*, Paighamber e Aman*, Lahore: Ahl e Ḥadith Youth Force, n.d
- Ibn e Ḥanbal, Imam, *al-Musnad*, Muḥaqaq Shoaib al-Arnwoṭ, Beirūt: Mo'assisat al-Risalah, 2001.
- Ibn e Majah, Muḥammad bin Yazeed al-Qazwīni , *Sunan Ibn e Majah*, Beirūt: Dār Aḥyaa al-Kutub al-Arabiah.
- Muslim Bin Ḥajjaj al-Qushairi, al-*Saḥīḥ*, Bairut: Dār Aḥyaa al-Turath al'Arabi.
- Muḥammad Sulaiman Mansūr Puri, *Rahmat Tul Lil'alamīn(peace be on him),* Lahore:Sheikh Ghulam Ali And Sons, n.d
- Badr Ul Qadri, *Islam aur Aman e 'Ālam*, Muḥammad Abad India: al-Majma' al-Islami Mubarak Pur, 1989.
- Abu al-Faraj Ali Bin Ibrahim bin Aḥmed al-Ḥalbi, a*l-Sīrat al-Ḥalbiyah*, Beirut: Dār al Kutab al `Ilmiyyah, 1427 H.
- Ibn e Hasham, *Sīrat Al-Nabi (peace be on him),* Mutarjam Urdu: Molana Abdul Jalīl Siddiqi, Molana Ghulam Rasool Mahar, Lahore: Sheikh Ghulam Ali and Sons.
- Muḥammad Saeed Albūṭi*, Fiqh al-Sīrat al-Nabviyah*, Urdu Translation *Durūs e Sīrat*, Raẓi al-Islam Nadvi, Lahore: Nashriyāt, 2007.
- Abu Bakar , 'Abdullah bin Muḥammad Ibn e Abi Shaibah, *al-Kitab al-Musanaf fil Ḥadith wal Āthar*. 1395H.

- al-Tarimẓi , Muḥammad Bin 'Īsa, *al-Sunan* , Egypt: al-bir makṭba' Muṣtafa Albabi al-Ḥalbi, 1395H.
- Abu albarakāt 'Abdu Raūf Dana Puri, *Asaḥu Siyar Fi Hady Khair ul Bashar (S.A.W),* Karachi: Nūr Muḥammad Karkhana Kutub Aram bagh, 1932.
- Abu Bakar Aḥmed bin al-Ḥussain al-Baihqi, *Alsunan Al-Kubrā,* Beirut: Dār al Kutab al `Ilmiyyah.
- 'Alau Din 'Ali Bin Ḥasam al Din al–Hindi, *Kanz Ul 'Ummal Fi Sunnan Al-Aqwal wal Af'āl*, Beirūt: Mo'assisat ul Risala, 1981.
- Muḥammad Aslam Jiraj Puri , *Tārikh Al Ummat* , Dehli: Maktabah Jam'ia Miliyyah Islamiyah, 1944.
- al-Tarimẓi ,Muḥammad Bin 'Īsa, *Shumail Al-Tirimẓi, Sharah Urdu Khasaul e Muḥammadi*, Abdul Samad Riyalwi, Munir Aḥmed Waqar, Lahore: Anṣar al-Sunnah Publications.
- Muḥammad Rafiq, *Nabi Aman o Āshti*, Lahore: maktabah Qurāniāt, 2009.
- Na'īm Ṣiddiqi, *Moḥsin e Insaniyat(S.A.W)*, Lahore: Islamic Publications Limited.
- Muḥammad Nijāt ullah Ṣiddiqi, *Maqaṣid e Shariat*, Islamabad: Idara Teḥqīqat e Islami, 2009.
- Abū Da'ūd Al Sajastani *, Al-Sunnan*, Berūt : al-Maktabah Al-'Aṣriyyah Ṣaidan.
- Sir, George Bernard Shaw, *The Genuine Islam* (Singapore: Volume 1, No. 8, 1936.
- T.W Arnold, *The Preaching of Islam*, London: Constable & Company, 1913.
- Karen Armstrong, *Muhammad: A Western Attempt to Understand Islam*, Harper Collins, 1991.